از عبدالقدوس ساجد۔ سالِ دوم۔ انجینیرنگ یونیورسٹی لاہور

عقیدہ وحدۃ الوجود یعنی توحیدِ وجودی

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کا حلیہ بگاڑنے میں "تصوف" نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ خیر القرون کے بعد زاہدین کا ایک گروہ پیدا ہوا، جنہیں عبّاد، زہّاد، صالحین اور اہلِ خیر کے مبارک ناموں سے یاد کیا جانے لگا۔ یہی لوگ آگے چل کر صوفی کہلائے۔ پھر ان لوگوں کے نظریات و عقائد نے رفتہ رفتہ ایک نئے دین کی صورت اختیار کر لی جس کو تصوف یا دینِ طریقت کہا جاتا ہے۔ اس "طریقت" نے شریعت کی تمام قدروں کو پامال کر ڈالا پھر حقیقت و معرفت، فنا و بقا، وحدت و کثرت، کشف و الہام، مراقبہ و مکاشفہ، وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود اور حلول جیسی اصطلاحات وضع کی گئیں۔ پھر ان کی تشریحات میں ایسا فلسفہ تراشا گیا کہ

سع　　کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

جس طرح دینِ اسلام کا بنیادی عقیدہ "توحید" ہے اسی طرح "دینِ طریقت" یعنی تصوف کا بنیادی عقیدہ وحدۃ الوجود ہے۔ اسے عقیدہ ہمہ اوست یا توحیدِ وجودی بھی کہتے ہیں۔ محی الدین ابن عربی حاتمی (جنہیں صوفیا شیخ اکبر کے نام سے یاد کرتے ہیں) نے پہلی مرتبہ اس عقیدہ کو اپنی تصانیف "فصوص الحکم" اور "فتوحاتِ مکیہ" میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا۔

وحدۃ الوجود کے لغوی معنی ہیں وجود کا ایک ہونا۔ اور دینِ طریقت میں اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا کے سوا کائنات میں کوئی چیز نہیں۔ یا یہ کہ جو کچھ موجود ہے خدا ہی ہے۔ صوفیاء کے نزدیک خدا سلسلہ کائنات سے الگ کوئی چیز نہیں اور اس کے لیے یہ دلیل دی جاتی ہے کہ دھاگے میں جو گرہیں لگا دی جاتی ہیں ان کا وجود اگرچہ دھاگے میں ممتاز نظر

آتا ہے لیکن درحقیقت دھاگے کے سوا کوئی زائد چیز موجود نہیں، صرف صورتِ ظاہری کا فرق ہے۔ یعنی یہ کائنات جو ہم دیکھ رہے ہیں خدا ہی کا وجود ہے۔ جس طرح دھاگہ اور اس میں لگی ہوئی گرہیں ایک ہی وجود ہے اسی طرح خالق اور مخلوق ایک ہی چیز ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ

"بندہ قبل الوجود خود باطن خدا تھا اور خدا ظاہر بندہ کنت کنزاً مخفیا الخ

اس پر دلیل ہے" (شمائم امدادیہ صـ۳۸)

یعنی بندہ اپنے وجود میں آنے سے پہلے خدا تھا اور وہی خدا بندے کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ گویا کائنات کی ہر چیز وجودِ خداوندی کا حصہ ہے۔ اور پھر ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ اس عقیدے کے ثبوت میں ایک جھوٹی اور من گھڑت حدیث پیش کی جاتی ہے جس کو ان لوگوں نے حدیثِ قدسی کے نام سے مشہور کر رکھا ہے:

"كُنْتُ كَنْزًا مخفيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ"

"(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں لہٰذا میں نے مخلوقات کو پیدا کر دیا"

(شرح ارشادِ مفید طبع ایران صـ۱۴۴)

اس جھوٹی حدیث کو دلیل بنا کر شمائم امدادیہ میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی جو کہ اکابرین دیوبند کے بھی پیر و مرشد ہیں، ایک مثال پیش کرتے ہیں کہ جس طرح کسی تخم (بیج) میں درخت اپنی تمام شاخوں اور پتوں سمیت چھپا ہوا خزانہ ہوتا ہے۔ بعینہٖ خدا تعالیٰ بھی اپنی تمام مخلوق کے ساتھ ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ جس طرح بیج پھوٹ کر درخت بن جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کائنات بن گیا ہے۔ یعنی مخفی خزانہ ظاہر ہو گیا۔

اسی جھوٹی اور من گھڑت "حدیث قدسی" کی بنا پر میر تقی میرؔ کہتے ہیں ؎

لایا ہے میرا شوق مجھے پردے سے باہر
ورنہ میں تو وہی خلوتی رازِ نہاں ہوں

(حوالہ: مرقع ادب گیارہویں بارہویں جماعت کے لیے صـ۲۱۷)

اس شعر کی تشریح علمی ماڈل ٹیسٹ پیپرز اردو (انٹرمیڈیٹ) کے صفحہ ۱۲۹ پر ملاحظہ ہو:

"چونکہ انسان بھی خدا کے نور کا ایک روپ ہے اسی لیے پیر کہتے ہیں مجھے تو اپنے آپ کو ظاہر کرنے کا شوق باہر لے آیا۔ ورنہ میں تو مخفی خزانے (خدا تعالیٰ) کا ایک حصّہ تھا۔

مرزا اسد اللہ خاں غالب لکھتے ہیں:

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

انہی اشعار کا مطلب مرقع ادب کے ص۷۶ پر ملاحظہ کریں:

"قائل کا مقصود یہ ہے کہ اگر میں نہ ہوتا تو دیکھنا چاہیئے کہ میں کیا چیز ہوتا۔ مطلب یہ کہ خدا ہوتا کیونکہ دوسرے شعر میں بیان ہو چکا ہے کہ اگر کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا"

چنانچہ اس عقیدے نے قرآن و حدیث کے بتائے ہوئے خالق و مخلوق کے فرق کو بدل ڈالا۔ پھر عیسائیوں اور یہودیوں کا کیا قصور ہے؟ عیسائیوں نے خدا کو "عیسیٰ" "مریم" اور "روح القدس" کی شکل میں پیش کیا۔

یہودیوں نے "عزیر" کی شکل میں، ہندوؤں نے "کرشن" کے لباس میں اور مسلمان کہلانے والے اِن صوفیوں اور وجودیوں نے "کائنات" کی شکل میں خدا کو پیش کیا۔ یعنی یہ کائنات ہی خدا ہے۔ خالق اور مخلوق کا الگ الگ وجود ختم کر دیا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکی اور ناپاکی حلال و حرام کا فرق مٹ گیا۔ تصوّف کی مشہور کتاب شمائم امدادیہ ص۷۵ میں مرقوم ہے:

"کسی موحد سے لوگوں نے پوچھا۔ اگر حلوا اور غلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ چنانچہ اُس نے بشکل خنزیر ہو کر گُوہ کو کھالیا پھر بصورت آدمی ہو کر حلوا کھا لیا۔ اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں۔ جو واجب ہے"

عقیدہ وحدۃ الوجود کو سچ ثابت کرنے کے لیے حلال و حرام میں تمیز ختم کر دی گئی۔ — اسی لیے تو جب شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے شیخ عفیف الدین تلمسانی سے پوچھا:

"جب کُل ایک ہی ہے (یعنی ساری کائنات خدا ہے) تو پھر تمہارے نزدیک

بیوی اور بہن میں کیا فرق ہے"؟

اس نے جواب دیا "کچھ فرق نہیں" کیوں کہ ہر چیز خدا جو ہوئی۔

[حقیقۃ مذہب الاتحادین ص۱۳۱ امام ابن تیمیہ رح بحوالہ توحید خالص ص۴۱۵
مصنفہ سید بدیع الدین شاہ صاحب الراشدی نیز شذرات الذہب]

اسی پر بس نہیں صوفیوں نے تو جانوروں کو بھی خدا کہا ہے۔ ملاحظہ ہو شمائم امدادیہ ص۹۰:

"کسی گروہ کا چیلہ توحیدِ وجودی میں مستغرق تھا راستے میں ایک فیل مست ملا اس پر فیل بان پکارتا آتا تھا کہ یہ ہاتھی مست ہے میرے قابو میں نہیں۔ اس چیلے کو لوگوں نے بہت منع کیا مگر اُس نے نہ مانا اور کہا وہی تو ہے اور میں بھی وہی ہوں۔ خدا کو خدا سے کیا ڈر آخر ہاتھی نے اسے مار ڈالا"! بہت خوب!

اسی طرح کا ایک اور قصہ ہے کہ کسی نے کتے کو لات ماری تو تلمسانی کہنے لگا:

"لاتر کضہٗ فانّہٗ منہ"

"اس کو لات نہ مار یہ بھی اللہ میں سے ہے"

(الحج النقلیہ والعقلیہ لابن تیمیہ ص۵)

ع خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

ذرا شارح وحدۃ الوجود محیؔ الدین ابن العربی حاتمی کے اشعار بھی سن لیجئے:

ـــہ الرّب حق والعبد حق یالیت شعری من المکلف

"رب بھی حق ہے بندہ بھی، کاش مجھے پتہ ہو کہ ان دونوں میں سے مکلف کون ہے؟"

ـــہ ان قلت عبد فذاک ربّ وان قلت ربّ انّٰی یکلّف؟

"اگر تو کہے کہ بندہ مکلف ہے وہ تو رب ہے اور اگر تو کہے کہ رب مکلف ہے تو کیسے ہو سکتا ہے؟"

(فتوحات مکیہ ص۲ ج ا بحوالہ توحید خالص)

یہی وجہ ہے کہ اس عقیدے کی بنا پر کہیں "سبحانی ما اعظم شانی"[۲] اور

" ملکی اعظم من ملک اللہ " کے دعوے کیے جاتے ہیں اور کہیں انا الحق کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔

بلکہ سچل سرمست جو کہ ہفت زبان صوفی شاعر ہیں اُن کے اشعار امروز مؤرخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئے ہیں۔ تحریر ملاحظہ ہو:

" وحدۃ الوجود کے حد سے زیادہ مبلغ تھے ـــــــ ایک جگہ منصور کی آواز میں عین الحق سے متاثر ہو کر کہہ اُٹھتے ہیں۔

میں ایک اسرار ہوں آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں
میں نوری ہوں نہ ناری ہوں میں خود ربّ جبار ہوں

نعوذ باللہ من ذالك من ھذہ الخرافات !

ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ ولایت اور بزرگی کے تاج بھی انہی کو پہنائے جاتے ہیں اور " الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون " کی آیت بھی انہی لوگوں پر چسپاں کر کے رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک القاب سے یاد کیے جاتے ہیں نہ معلوم اللہ کی ذات میں فنا ہو کر وہ کیا درجہ ملتا ہے کہ پھر عبد و معبود کا فرق مٹ جاتا ہے اور پھر ایک ایسی قدر مشترک وجود میں آتی ہے جو کبھی بلند ہو کر خدائی کرتی ہے اور کبھی نزول فرما کر بندگی کا حق ادا کرنے لگ جاتی ہے ـــــ زمانہ گواہ ہے کہ اس نظریہ کو پھیلانے میں صوفیاء کو بڑی کامیابی ہوئی۔ عبد و معبود کی صفات سے مرکب ایسی بے شمار ذاتیں وجود میں آئیں جو کبھی مشکل کشا بنائی گئیں اور کبھی داتا و دستگیر کہلائیں۔ دراصل یہ عقیدہ ہندوؤں کا ہے[۵] سراسر غیر اسلامی ہے، اور قرآن و حدیث کی توحید کا کھلا جواب ہے۔ اسی لیے جب حسین بن منصور حلاج سے شیخ عمرو بن عثمان مکی نے دریافت کیا " یہ کیا لکھ رہے ہو؟" تو جواب ملا " قرآن کا جواب لکھ رہا ہوں !!![۶]

اسی طرح شیخ عفیف الدین تلسانی نے کہا کہ قرآن میں توحید کہاں ہے؟ وہ تو پورے کا پورا شرک سے پُر ہے۔ جس شخص نے قرآن کی پیروی کی وہ توحید کے بلند مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیوں کہ قرآن و حدیث کی توحید تو یہ ہے کہ اللہ کی ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں اور تصوف کی توحید یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز ذاتِ خداوندی کا حصہ ہے۔

صوفیاء کے نزدیک خالق و مخلوق دو وجود تسلیم کرنا شرک ہے۔ جیسا کہ شمائم امدادیہ کے صفحہ ۳۲ پر حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید نے سوال کیا ہے کہ ہم نے ہمہ اوست یعنی وحدت الوجود کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ عبد اور معبود میں فرق کرنا شرک ہے، آیا یہ درست ہے یا غلط؟

حاجی صاحب نے جواب دیا کہ یہ سب درست ہے جس طرح لوہا آگ میں ڈالنے سے آگ بن جاتا ہے اور "انا النار" (میں آگ ہوں) کہنے لگتا ہے اسی طرح بندہ اللہ کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے۔ اور "انا الحق" کہنے لگتا ہے۔

خواجہ غلام فرید کا عارفانہ کلام ملاحظہ ہو ؎

او ھک ہے۔ ھک ہے　　سانوں ھک دی سک ہے
جیہڑا ھک نوں ڈو کر جانڑے　　او کافر تے مشرک ہے
ہر اعداد کو سمجھیں واحد　　کثرت ہے مفقود میاں
سب صورت وچ یار کوں جانڑیں　　غیر نہیں موجود میاں

یعنی غیر اللہ کا وجود مفقود ہے اور ہر صورت میں اللہ تعالیٰ ہے۔ دراصل تصوف کی توحید کا مقصد خالق و مخلوق کے اتحاد کے ذریعہ ایک ایسی قدر مشترک کا وجود میں آنا ہے۔ جو خالق و مخلوق دونوں کی صفات کی حامل ہو۔ جب چاہے کبریائی کے تخت پر جلوہ افگن ہو جب چاہے بندگی کے تقاضے پورے کرنے لگ جائے اسی لیے تو مولانا روم فرماتے ہیں ؎

"جب جنات کو یہ دخل ہے کہ اپنی صفات کو دوسروں میں جاری و ساری کر سکیں تو پھر اولیائے کرام کا صفاتِ باری سے متصف ہونا کیا بعید ہے؟"

چنانچہ اس عقیدے نے قرآن و حدیث کی جملہ قدروں کو پامال کر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ معطل کر ڈالا گیا۔ عالم دنیا حادث کی بجائے قدیم بن گیا۔ تو پھر آج کمیونسٹ اور دہریے وں نہ کہیں کہ خدا ایک وہم ہے اور مذہب ایک افیون ہے۔ اگر خدا کائنات کے لباس ں ہے تو وہ کائنات کو تو مانتے ہیں فرق یہ ہے کہ صوفیاء اسی کائنات کو خدا کہہ دیتے ں اور وہ مادہ۔

خدا پناہ! اس نظریے نے کیا کیا نہ گل کھلائے کہ وحدۃ الوجود کو ایک دین بنا کر رکھ دیا۔ اس عقیدے کو اپنانے کے بعد لاکھوں انسان جہنم کی طرف سرپٹ دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ کفر و الحاد اور زندقہ کا یہ عقیدہ مسلمانوں کے حلقوں میں شہد ملا کر اتارا گیا۔ اور آج یہ مذہبی حلقوں میں اس قدر مقبول ہو چکا ہے کہ اس کے خلاف کسی کو آواز اٹھانے کی جرأت نہیں ہوتی۔ اردو ادب اور شاعری اس عقیدے کی تشہیر اور نشر و اشاعت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

الغرض ہر مسلمان کو اس عقیدے سے بچنا چاہیئے اور جہاں اس عقیدے کی تشہیر ہوتی دیکھے تو فوراً اس کی تردید کرے۔ کیوں کہ اسلام کا واحد مقصد باطل کی تردید ہے۔ جب تک باطل کی تردید نہ ہو حق کی مثبت تبلیغ بے فائدہ ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلم کو حق پرست بنائے آمین!

حواشی

لہ امام مسلم رح نے اپنی صحیح میں یحییٰ بن سعید القطان، جو کہ استاذ المحدثین ہیں، کا یہ مقولہ نقل کیا ہے:

"لم نرا الصالحین فی شیٔ اکذب منهم فی الحدیث وفی روایة لم نرا اهل الخیر فی شیٔ اکذب منهم فی الحدیث وقال مسلم یقول یجری الکذب علی لسانهم ویتعمدون الکذب"

یحییٰ رح کہتے ہیں کہ صالحین کو ہم نے حدیث میں زیادہ جھوٹ بولتے پایا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اہل خیر (صوفیاء) کسی چیز میں اتنا جھوٹ نہیں بولتے جتنا کہ حدیث میں۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ اُن کی زبانوں پر جھوٹ بے ساختہ جاری ہو جاتا ہے:

نیز حافظ ابن المندہ فرماتے ہیں کہ:

"اذا وجدت فی اسناده زهدًا فاغسل یدك من ذالك الحدیث"

"جب تو کسی سند میں زاھد کو پائے تو اس حدیث سے ہاتھ دھو لے"
(تذکرہ الحفاظ للذہبی)

۲ ترجمہ: "میں پاک ذات ہوں میری بلند شان کا کیا کہنا"
یہ قول بایزید بسطامی کا ہے۔

۳ ترجمہ: "میری بادشاہی اللہ کی بادشاہی سے زیادہ ہے"
یہ قول مولانا روم کا ہے۔

۴ ترجمہ: "میں خدا ہوں" — یہ قول حسین بن منصور حلاج کا ہے۔

ا۔ وحدۃ الوجود ہندوؤں کا عقیدہ ہے:

علامہ ابو محمد سید بدیع الدین شاہ صاحب الراشدی اپنی کتاب "توحید خالص" کے صفحہ ۲۴۴ پر عقیدہ وحدۃ الوجود پر بحث کے دوران لکھتے ہیں کہ "یہ عقیدہ بعینہ ہندوؤں کا ہے"۔

۲۔ فاتح قادیان حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ثنائی میں عقیدہ وحدۃ الوجود کی یوں نقاب کشائی کی ہے:

"وحدۃ الوجود کے معنے ہیں کہ جو کچھ نظر آرہا ہے ان کا اور خدا کا وجود ایک ہے۔ یعنی یہ جہان سب کا سب مثل قطرات پانی کے ہے اور خدا تعالیٰ مثل دریا کے۔ اس میں سے نکل کر مختلف اشکال لگنے سے تعینات مشخصہ ہو گئے ہیں"

یہ مذہب اصل میں ہندوؤں کا تھا۔ ہندو ایسے خیال والوں کو نوین یدانتی کہتے تھا۔ رفتہ رفتہ بعض جاہل صوفیائے کے ذریعے پھیل گیا۔
(تفسیر ثنائی ص ۲۵۵ ج مطبوعہ ادارہ ترجمان السنۃ)

۔ سید قطب شہیدؒ کی کتاب "مشاھداۃ القیامۃ فی القرآن" کے اردو ترجمے مناظر قیامت" کے صفحہ نمبر ۳۹، ۴۰ پر وحدۃ الوجود کی یوں نقاب کشائی کی گئی ہے:

"ہندو مت کی اپنی کتابیں ہیں۔ جن میں ویدا (vadas) برہمنا (Barahmana) اپنشد (Upinishad) اور ویدانتا

(Vedanta) شامل ہیں۔ یہ آخری کتاب سب سے بعد کی ہے
ہندوؤں کے نزدیک یہ چاروں الہامی کتابیں ہیں ۔ جو مختلف ومتضاد
عقائد ورسوم پر مشتمل ہیں ۔ اُن میں دیوی دیوتاؤں کا وجود ملتا ہے۔ اور
توحید وحلول اور وحدۃ الوجود کے نظریات بھی ملتے ہیں "
اسی کتاب کے صـ۴۱ـ پر مرقوم ہے ۔
"ویدانتا میں ساری بحث کا محور یہ ہے کہ خدا اور نفس انسانی ایک ہی
وجود ہے ۔ اگرچہ انسان کو یہی خیال پیدا ہوتا ہے یہ دو مختلف وجود
ہیں "

۴ ۔ جناب پروفیسر محمد ابوزہرہ فواد یونیورسٹی مصر کی تصنیف حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے صفحہ ۱۲۱ پر " صوفیہ کے گمراہ کن عقائد " کے عنوان سے عقیدہ وحدۃ الوجود کے بارے میں درج ذیل الفاظ مرقوم ہیں :

"امام صاحب (ابن تیمیہؒ) نے دیکھا کہ مصر میں جو گروہ سب سے زیادہ قوی
اور توانا ہے ۔ وہ صوفیہ کا گروہ ہے ۔ یہ لوگ وحدۃ الوجود کے قائل تھے ۔
یہ لوگ موجود اور وجود ، خالق ومخلوق میں کسی تفریق کے قائل نہیں تھے ۔
ہندی فلسفہ یا دوسرے الفاظ میں ہندی تصوف کا مرکز ومحور یہی عقیدہ
ہے ۔ محی الدین ابن عربی المتوفی سنہ ۶۳۸ھ کے خیالات بھی یہی تھے "

۵ ۔ شاعر مشرق علامہ اقبالؔ نے بھی اس فتنے کو سمجھ لیا تھا ۔ اور کمال دیانتداری سے اعتراف کر لیا تھا ، کہ نام نہاد بزرگانِ دین ابن العربی وغیرہ نے مسلمانوں کو گمراہ کر کے تصوف کے چکر میں ڈال دیا تھا ۔ یہ خالص ہندوانہ ویدک عقائد ہیں ۔ علامہ کی اپنی تحریر ملاحظہ ہو :

"مجھے اس امر کا اعتراف کرنے میں کوئی شرم نہیں کہ میں ایک عرصے تک ایسے
عقائد ومسائل کا قائل رہا جو بعض صوفیاء کے ساتھ خاص ہیں ۔ اور جو
بعد میں قرآن شریف پر تدبر کرنے سے قطعًا غیر اسلامی ثابت ہوئے
ہیں ۔ مثلاً شیخ محی الدین ابن عربی کا مسئلہ قدم ارواح ، مسئلہ
وحدت الوجود ، یا مسئلہ تنزلات ستہ یا دیگر مسائل جن میں بعض کا

ذکر عبدالکریم جیلی نے اپنی کتاب - انسان کامل میں کیا ہے - مذکورہ با تینوں مسائل میرے نزدیک مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتے :

[اسرارِ خودی اور تصوف - وکیل - امرت سر ۱۵ - جنوری ۱۹۱۶ء بحوالہ ارمغانِ وید صـ۱۲۷ مصنفہ عبدالرحمٰن صاحب آزاد صدیقی مرحوم مکتبہ جاء الحق کراچی -]

"اقبال" صـ۱۷۲، ۱۷۳ بحوالہ "اقبال مجدد عصر" صـ۹۱ مصنفہ ڈاکٹر سہیل بخاری۔ مکتبہ عالیہ لاہور۔

اس عقیدے کو چھوڑنے کے بعد اقبال نے اس کا یوں رونا رویا ہے :

"مسئلہ وحدت الوجود گویا مسئلہ تنزلاتِ ستّہ کی فلسفیانہ تکمیل ہے بلکہ یوں کہیئے کہ عقلِ انسانی خود بخود تنزلاتِ ستہ سے وحدت الوجود تک پہنچی ہے۔ اکثر صرف اس مسئلے کے قائل ہیں۔ بعض اس طرح کہ وحدت الوجود ایک حقیقت نفس الامری ہے اور بعض اس طرح کہ یہ محض ایک کیفیتِ قلبی کا نام ہے۔"

میرا مذہب یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نظامِ عالم میں جاری و ساری نہیں بلکہ نظامِ عالم کا خالق ہے اور اس کی ربوبیت کی وجہ سے یہ نظام قائم ہے۔ جب وہ چاہے گا اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ حکماء کا مذہب تو جو کچھ ہو اس سے بحث نہیں۔ رونا اس بات کا ہے کہ یہ مسئلہ اسلامی لٹریچر کا ایک غیر منفک عنصر بن گیا ہے۔ اور اس کے ذمہ دار زیادہ تر صوفی شاعر ہیں۔ جو پست اخلاق اس فلسفیانہ اصول سے بطور نتیجہ کے پیدا ہوتے ہیں، اُن کا بہترین گواہ فارسی زبان کا لٹریچر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ فارسی لٹریچر تمام و کمال اس زہر سے متاثر ہے۔"

[اسرارِ خودی اور تصوف - وکیل ۱۵ / جنوری ۱۹۱۶ء بحوالہ ارمغان وید صـ۱۲۸ مصنفہ عبدالرحمٰن صدیقی مکتبہ جاء الحق کراچی]